آثار عمرین پر ایک نظر

(۸)
سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو برہان جون ۱۹۷۷ء

جناب محمد اجمل اصلاحی ندوی - استاد ادب عربی مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڈھ

(۳۷) حضرت سہیل بن عمرو جو قریش کے ایک شعلہ بیان خطیب تھے جنگ بدر میں قید ہو کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے نیچے کے دو دانت اکھڑوا دیں تاکہ وہ آپ کے خلاف کبھی تقریر نہ کر سکیں: مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی اور فرمایا: عمر! جانے دو ممکن ہے کبھی یہ ایسی تقریر کر دیں جس سے تمھیں خوشی ہو، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد یہ پیشن گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مسلمانوں کے لئے ایک جانگسل اور ناقابل برداشت حادثہ تھی۔ آپ کے رخصت ہوتے ہی عرب قبائل تیزی سے مرتد ہونے لگے۔ اسلام دشمن طاقتیں جو اسی انتظار میں تھیں سر اٹھانے لگیں۔ منافقین نے جو اسلام اور اہل اسلام سے خار کھائے بیٹھے تھے اپنی ریشہ دوانیاں شروع کر دیں، حضرت عائشہ کے بقول مسلمانوں کی حالت اس بھیڑ کی سی تھی جو بارش کی سرد رات میں ماری ماری پھر رہی ہو۔ (۱)

ایسے نازک موڑ پر تین شخصیتیں اسلام کے کام آئیں جن کے عظیم احسان سے ملت اسلامیہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی، یعنی مرکزی حیثیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور صوبائی حیثیت سے طائف میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور مکہ میں یہی حضرت

۱؎ زہر الآداب جز اول ص ۳۷

سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ۔ حضرت سعیدؓ نے طائف میں بنو ثقیف کو اور حضرت سہیلؓ نے مکہ میں قریش کو مرتد ہونے سے باز رکھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی اندوہناک خبر جب مکہ پہنچی تو مکہ کے در و بام ہل گئے ایک کہرام برپا ہو گیا، ہر طرف شدید اضطراب اور بے قراری تھی، اسلام کے مستقبل کے بارے میں بے یقینی کی کیفیت طاری تھی بڑے بڑے مومنین صادقین کے دل دہل گئے تو ان مسلمانوں کا کیا ہوگا جو ابھی ابھی اسلام لائے تھے، اور اسلامی تعلیمات پورے طور پر ان کے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوئی تھیں طرح طرح کے خیالات ظاہر ہونے لگے۔ کوئی کہتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر نبی ہوتے تو انھیں موت کبھی نہ آتی، کسی کے نزدیک آنحضرت کی اطاعت ان کی زندگی ہی تک محدود تھی، بعض عناصر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مکمل ہونے کے بعد بھی عربوں کی قدیم عصبیت کو بیدار کرنے، حضرت ابوبکرؓ کے خلاف انھیں برانگیختہ کرنے اور اسلام کی بقا کے بارے میں قسم قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ابن عبد البرؒ نے مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر بیعت ہو گئی تو حضرت امیر معاویہؓ کے والد حضرت ابو سفیانؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا "کیوں؟ قریش کے سب سے ذلیل و پست قبیلہ نے خلافت پر قبضہ کر لیا، اگر تم چاہو تو بخدا میں زمین کو سوار اور پیادہ فوج سے بھر دوں" حضرت علیؓ یہ سن کر سخت برہم ہوئے اور فرمایا: "ابو سفیان! تم ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن رہے مگر اس سے اسلام کو کبھی نقصان نہیں پہنچا۔ ہم نے ابو بکرؓ کو خلافت کا اہل پایا" (۲)

---

(۲) الاستیعاب جزء اول ص ۳۴۳ و جزء ثانی ص ۶۸۹ نیز طبری جزء ثانی ص ۴۴۹

کنز العمال کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے ۱؎ "اگر ہمارے نزدیک ابو بکر اس کے اہل نہ ہوتے تو ہم کبھی ان کی خلافت قبول نہ کرتے ابو سفیان! مومنین ایک دوسرے کے خیر خواہ اور مخلص ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس منافقین کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے کھوٹ ہوتا ہے"

غرض ہر طرف لخادت دارتداد کے آثار دکھائی دینے لگے، اور قریب تھا کہ قریش مرتد ہوجائیں۔ مکہ کے والی حضرت عتاب بن اسیدؓ اس صورت حال سے گھبرا کر روپوش ہوگئے مگر حضرت سہیل بن عمروؓ نے بڑی جرأت اور دلیری کا ثبوت دیا۔ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوگئے سب کو پکار پکار کر جمع کیا، اور ایک زبردست تقریر کی جو بیک وقت شعلہ بھی تھی اور شبنم بھی نشتر بھی تھی اور مرہم بھی، تیغ بے نیام بھی اور ایمان ویقین کا پیام بھی جس نے ایک طرف منافقین اور دشمنان اسلام کے لئے تازیانہ کا کام کیا اور ان کی ساری امیدیں خاک میں ملادیں تو دوسری طرف مومنین کی پژمردگی کو شگفتگی سے مردنی کو زندگی سے اور اضطراب کو سکون سے بدل دیا۔ نومسلموں کے دلوں سے شکوک وشبہات کی تاریکی کافور ہوگئی۔ حضرت سہیلؓ کی یہ تقریر جو فصاحت وبلاغت کا شاہکار تھی اتنی موثر ثابت ہوئی کہ اٹھتا ہوا طوفان تھم گیا اور مکہ میں کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

تاریخ وتراجم کی کتابوں میں اس تقریر کے منفرق جملے ملتے ہیں، سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ صاحب "الفتوحات الاسلامیۃ" نے اسے نقل کیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس موقع پر تینوں شخصیات یعنی حضرت ابوبکر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت سہیل بن عمروؓ رضی اللہ عنہ کی تقریروں میں حیرت انگیز مشابہت نظر آتی ہے

جاحظ نے اس تقریر کے جو جملے نقل کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ایھا الناس! إن یکن محمد قد مات فإن اللہ حی لم یمت۔ وقد علمتم أنی أکثرکم قتباً فی بر وجاریۃ فی بحر، فاقروا أمیرکم وأنا ضامن ان لم یتم الامر

(۱) کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۱

(۱) ان اسودھا علیکم (ج ۱ ص ۳۳۲)

اس عبارت کا پہلا جملہ تقریباً سبھی نقل کرتے ہیں مگر دوسرا جملہ میرے پیش نظر محدود مآخذ میں سے کسی میں نہ مل سکا لیکن سیاق وسباق موجود ہے اس لئے اس کے مفہوم کی تعین میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ ڈاکٹر خالدی صاحب نے دوسرے جملہ کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

"تم جانتے ہو کہ خشکی میں میرے اونٹ اور تری میں میری کشتیاں جاری ہیں (تم لوگ میری ثروت و دولت سے واقف ہو) اپنے امیر کو حسب سابق برقرار رکھو، میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ اگر معاملہ بخیر وخوبی انجام نہ پایا تو اپنا سارا مال تمہیں دیدونگا"

(مارچ ۱۹۷۵ء ص ۱۸۴)

ترجمہ کے بعد "ملحوظ" بھی لکھا ہے:

"اگر معاملہ ٹھیک طور پر انجام نہ پائے تو میں اپنا مال دیدونگا"، سہیل کے اس قول کا مطلب راقم الحروف پر اچھی طرح واضح نہیں ہوسکا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اشارہ زکاۃ ادا کرنے کا ارادہ کرنے والوں کی طرف ہے، انی اسئال الخبیر

ڈاکٹر صاحب سے ترجمہ میں غلطی یہ ہوئی کہ "اردھا" میں ضمیر کا مرجع انھوں نے مال سمجھا حالانکہ سیاق دلیل ہے کہ ضمیر کا مرجع "امارت وخلافت" ہے جو محذوف ہے، سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ پر جو اختلاف پیدا ہوا اس سے قریش کو جو ابھی جلد ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے فطری طور پر یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ امارت وسیادت پر کوئی دوسرا قبیلہ قبضہ نہ کرلے۔ فتنہ پردازوں نے اس اندیشہ کو اور ہوا دی، چنانچہ حضرت سہیل بن عمروؓ نے زیر بحث فقرہ میں اپنی دولت وثروت اور جاہ ومرتبہ کا حوالہ دیکر ان سے کہا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو برقرار رکھیں اور ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے بڑے موثر لہجہ میں فرمایا کہ "میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ اگر معاملہ بخیر وخوبی انجام نہ پایا تو سیادت وامارت کو تمہیں واپس لادونگا"

ہم یہاں "الفتوحات الاسلامیہ" اور بعض دوسرے مراجع کی روشنی میں یہ تقریر نقل کرتے ہیں جس کو پڑھ کر اندازہ ہوگا کہ کس کس طرح اسلوب بدل بدل کر مخاطب کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے مقرر نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت سہیلؓ نے حمد و ثنا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ایها الناس! من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات، ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت۔ الم تعلموا ان الله قال [انك میت وانهم میتون] وقال: [وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم]

لوگو! جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ کا انتقال ہوگیا۔ اور جو اللہ کی پرستش کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے، اسے فنا نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا [اے محمد تمہیں بھی مرنا ہے اور انہیں بھی] دوسری جگہ ارشاد ہے [محمد اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے]۔

چند مزید آیتیں پیش کرنے کے بعد فرمایا:

والله انی اعلم ان هذا الدین لیمتد امتداد الشمس والقمر فی طلوعهما وغروبهما فلا یغرنکم هذا من انفسکم (یعنی اباسفیان) فانه لیعلم والله من هذا الامر ما اعلم

خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ یہ دین آفتاب و ماہتاب کی طرح سارے عالم میں پھیل جائے گا۔ دیکھو یہ شخص (ابوسفیان کی طرف اشارہ ہے) تمہیں فریب میں مبتلا نہ کردے۔ بخدا اسلام کے عروج کے متعلق یہ بھی میری طرح خوب جانتا ہے

ولكنه قد ختم على صدره حسد بني هاشم.

مگر بنو ہاشم پر حسد نے اس کے دل پر مہر کر دی ہے —

يا اهل مكة لا تكونوا آخر من اسلم واول من ارتد والله ليتمن الله هذا الامر كما ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فلقد رأيته قائما مقامي هذا وحده وهو يقول "قولوا معي لا إله الا الله تدين لكم العرب وتؤدي اليكم العجم الجزية والله لتنفقن كنوز كسرى وقيصر في سبيل الله" فمن بين مستهزئ ومصدق، فكان ما رأيتم، فوالله ليكونن الباقي

اے اہل مکہ ایسا نہ ہو کہ تم سب سے آخر میں اسلام لائے اور سب سے پہلے مرتد ہو جاؤ۔ بخدا اللہ تعالیٰ اسلام کو بام عروج پر پہنچائے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا۔ میں نے اسی جگہ آپ کو تنہا یہ فرماتے ہوئے دیکھا تھا کہ "تم میرے ساتھ توحید پر ایمان لاؤ تو سارا عرب تمہارا مطیع اور سارا عجم تمہارا باجگذار ہوگا۔ اور خدا کی قسم تم ایک دن قیصر و کسریٰ کے خزانے راہ خدا میں لٹاؤ گے"۔ آپ کا یہ قول سنکر کسی نے مذاق اڑایا، کسی نے تصدیق کی، اور جو کچھ ہوا تم نے دیکھ لیا اور بخدا جو کچھ باقی ہے۔ وہ بھی ہو کر رہے گا۔

پھر آنحضرتؐ کی وفات اور حضرت ابوبکرؓ کی جانشینی کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں مخاطب کیا:۔

إن ذلك لم يزد الاسلام إلا قوة فمن رأيناه ارتد ضربنا عنقه، فتوكلوا على ربكم فإن دين الله قائم وكلمته تامة، وان الله ناصر من نصره

اس (خلافت ابوبکرؓ) سے اسلام کی طاقت میں اضافہ ہی ہوا ہے، پس جس کو ہم دیکھیں گے کہ دین سے برگشتہ ہوا اس کا سر اڑا دیں گے اپنے رب پر بھروسہ رکھو، اللہ کا دین زندہ

وعقود دینکم وان اللہ جمعکم علی خیرکم (یعنی ابابکر) — اور اس کا بول بالا رہے گا۔ جو شخص اللہ کا ساتھ دے گا وہ اس کی مدد کرے گا۔ اور تمہارے دین کو غالب کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو تمہارا امیر بنایا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہے (یعنی حضرت ابوبکرؓ)

یہ تقریر کے طاقتور حصے ہیں جو منقول ہوئے ہیں۔ جاحظ نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا پہلا جملہ تو اس تقریر کے ابتدائی حصہ سے متعلق ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا اور دوسرا جملہ واضح طور پر تقریر کے آخری حصہ سے جس میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا تذکرہ ہے ماخوذ ہے۔ تقریر کے پس منظر کو سامنے رکھ کر غور کیجئے تو اس جملہ کا مطلب واضح ہو جائیگا۔

حیرت ہے کہ یہ برمحل اور موثر تقریر جو عربوں کی روایتی خطابت اور شہرۂ آفاق بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے "جمہرۃ خطب العرب" میں شامل نہ ہوسکی جبکہ اسے سرفہرست ہونا تھا۔

---

(۳۸) ڈاکٹر خالدی صاحب نے حضرت عمرؓ کے ایک اثر کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"عمرو بن معدیکرب نے عمرؓ سے شکایت کی کہ انھیں پیٹ میں درد ہونے لگا ہے (جو گوشت زیادہ کھانے سے ہوتا ہے) تو آپ نے فرمایا: دھوپ میں پھرا کرو (غسل آفتابی کرو۔ دھوپ میں چلو پھرو یا بیٹھو) (ستمبر ۷۵ء ص ۱۷۹)

ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس کتاب البخلاء کا جو نسخہ ہے اس کی عبارت یوں ہے۔

"وقال عمر لعمرو بن معدیکرب حین شکا الیہ الحقاء: کذبت علیک الظہر"

دارالکتب المصریہ کے نسخہ میں جسے احمد العوامری بک اور علی الجارم بک نے ایڈٹ کیا ہے "الحقاء" کے لفظ پر یہ حاشیہ تحریر ہے [۱]

---

(۱) کتاب البخلاء دارالکتب المصریہ ۱۳۵۷ھ ج ۲ ص ۹۷

" حقار، پیٹ کے درد کو کہتے ہیں جو خالص گوشت کھانے سے پیدا ہوتا ہے اور اسکی وجہ سے دست آنے لگتے ہیں تمام نسخوں میں یہ لفظ "الحفار" (ف کے ساتھ) ہے لیکن یہاں "الحفار" چسپاں نہیں ہوتا اس لئے وہ تصحیف شدہ ہے "

لیکن ہمارے نزدیک "الحفار" (ف کے ساتھ) نہیں بلکہ "الحقا" (ق کے ساتھ) تصحیف شدہ ہے اور اس کا یہاں کوئی موقع نہیں ہے۔ دوسری روایات بھی اس کے خلاف ہیں۔ اور لفظ "الحفار" (ف کے ساتھ) کی جو تمام نسخوں میں موجود ہے لیکن مذکورہ بالا حاشیہ میں اسے مسترد کر دیا گیا ہے معقول توجیہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے راقم الحروف کا خیال ہے کہ کتاب البخلاء میں "الحفار" (ف کے ساتھ) ہی صحیح ہے "الحفار" پاؤں کے گھسنے کو کہتے ہیں

اثر زیر بحث کی دوسری روایتیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ عن قیس بن حازم ان رجلا اتی عمر بن الخطاب یشکو الیہ النقرس فقال عمر کن ببتك الظهائر۔ قال الحربی: ای علیك بالمشی حافیا فی الهاجرة (۱)

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے نقرس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: "کن ببتك الظهائر" حربی نے حضرت عمرؓ کے جواب کی تشریح میں کہا: یعنی سخت دوپہر میں ننگے پاؤں چلو۔

ابن قتیبہ نے بھی غریب الحدیث میں یہی روایت درج کی ہے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

انما امر عمر صاحب النقرس ان یبرز للحر فی الهاجرة ویمشی حافیا ویبتذل نفسه لان ذلك یذهب النقرس (۲)

حضرت عمرؓ نے نقرس کے مریض کو دوپہر کے وقت کڑی دھوپ میں نکلنے اور بغیر کسی احتیاط کے ننگے پاؤں چلنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اس سے نقرس کی شکایت جاتی رہتی ہے۔

---

(۱) کنز العمال ج ۵ ص ۱۹۱ (۲) شرح نہج البلاغۃ ج ۱۲ ص ۲۴۵

ان دونوں مندرجہ بالا روایتوں میں سائل کا نام ذکر نہیں ہے۔ یہی روایت نہایۃ ابن الاثیر میں ایک جگہ ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے۔

وحدیث عمر: شکا الیہ عمرو بن معدیکرب او غیرہ النقرس فقال: کذب بتک الظہائر ای علیک بالمشی فی الظہائر فی حر الھواجر (۱)

حضرت عمرؓ کے واقعہ میں ہے کہ عمرو بن معدیکرب یا کسی اور نے آپ سے نقرس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا "کذب بتک الظہائر" یعنی دوپہر میں چلچلاتی دھوپ میں پیدل چلا کرو۔

۲۔ ابن الاثیر نے ایک دوسری روایت بھی درج کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

ان عمرو بن معدیکرب شکا الیہ المعص فقال: کذب علیک العسل (۲)

گویا اس روایت میں "نقرس" کی بجائے "المعص" ہے اور "الظہائر" کی بجائے "العسل" اور شکایت کرنے والے متعین طور پر عمرو بن معدیکرب ہی ہیں۔

"المعص" موچ یا زیادہ چلنے سے پیر کے پٹھوں میں درد کو کہتے ہیں۔ "العسل" بھیڑیئے کی رفتار کو کہتے ہیں یعنی تیز تیز چلنا۔ اب آپ تینوں الفاظ نقرس، معص، حفار کے معانی پر غور کیجئے۔

النقرس : پیر کے جوڑوں کا آماس

المعص : موچ یا زیادہ چلنے سے پیر کے پٹھوں میں درد۔

الحفاء : زیادہ چلنے سے پیر کا گھسنا۔

ظاہر ہے یہ تینوں الفاظ پاؤں کی تکلیف سے متعلق ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے جواب میں تینوں روایتوں میں کڑی دوپہر میں ننگے پاؤں چلنے کا حکم دیا گیا

---

۱ نہایۃ ابن الاثیر ج ۳ ص ۱۲

۲ نہایۃ ابن الاثیر ج ۳ ص ۲

ہے۔ ممکن ہے "نقرس" اور "معص" دونوں کے متعلق مختلف وقتوں میں سوال کیا گیا ہو اور "معص" چونکہ "حفا" ہی جیسی تکلیف ہے اس لئے کتاب ال کی روایت میں اس کی جگہ پر لفظ "حفا" کا استعمال کردیا گیا۔ لسان العرب قیل: المعص وجع یصیبہا کالحفا[۵] ایک قول ہے کہ "المعص" "الحفا" جیسی پاؤں کی ایک تکلیف ہے۔

مذکورہ بالا تشریح کی روشنی میں کتاب البخلاء کی عبارت میں ترجیح لف "الحفا" (ف کے ساتھ) کو ہو حاصل ہوگی اور وہ موزوں بھی ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے اس تکلیف کا جو علاج تجویز کیا ہے وہ بھی مناسب ہے اس لئے کہ جو شخص چلچلاتی دوپہر میں ننگے پاؤں چلنے کا عادی ہو جائے گا اسے پاؤں کے گھسنے کی تکلیف نہ ہوگی۔

---

[۵] لسان العرب (المعص)

قرآن اور تصوف

مولفہ جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب مرحوم

تصوف اور اس کی تعلیم کا اصل مقصد عبدیت اور الوہیت کے مقامات اور ان کے ربط و تعلق کا حصول ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ مختلف قسم کی ذلتوں کا چشمہ بن گیا ہے مولف نے کتاب و سنت کی روشنی میں تمام الجھنوں اور نزاکتوں کو نہایت دل نشین اور عالمانہ پیرایہ میں واضح کیا ہے قیمت ڈارکہ

ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی